اسلامی تحقیق کا مفہوم' مدّعا اور طریق کار (۲)

ہمارے تحقیق اسلامی کے اداروں کے سامنے کرنے کا اصل کام

تحریر : ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

اسلامی تحقیق کا کام ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے

اقوامِ عالم ایک باہمی جنگ میں مصروف ہیں جو کبھی پُر امن ہوتی ہے اور کبھی تشدد آمیز' لیکن ہمیشہ ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اس جنگ میں نظریات اور تصورات کی قوت ہی فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ جو قوم اس جنگ میں فتح یاب ہو کر بالآخر دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گی اور پھر ہمیشہ وہاں موجود رہے گی' وہ وہ نہیں ہوگی جس کے پاس جوہری آلات زیادہ ہوں گے' بلکہ وہ ہوگی جس کے نظریہ حیات کے تصورات سب سے زیادہ معقول اور مدلّل اور دلکش اور دل نشیں ہوں گے۔ جو قوم نظریاتی محاذ پر اپنی حفاظت نہیں کرتی وہ محض فوجی محاذ پر طاقتور بن کر اپنے آپ کو بچا نہیں سکتی۔ اور جو قوم نظریاتی محاذ پر طاقتور بن جائے اسے کسی فوجی محاذ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اپنی زندگی کے اس نازک دور میں جب ہم دوسری قوموں کے نظریات کی طرف سے اپنی بقاء کے لئے ایک خطرناک چیلنج کا سامنا کر رہے ہیں' ہم ایک نظریاتی قوم کی حیثیت سے صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتے ہیں جب ہم اسلام کی ایک نہایت ہی معقول اور مدلل سائنسی توجیہہ پیش کریں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تمام معقول اور دلکش سائنسی تصوّرات کا سرچشمہ توحید کا عقیدہ ہے جو اپنی صحیح اور پاکیزہ صورت میں فقط مسلمان قوم ہی کے پاس ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو اسلام کی روح ہے اور انسان اور کائنات کے صحیح اور سائنسی نظریہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تحقیق و تجسّس کی تمام قوتوں کو بروئے کار لا کر اسلامی تعلیمات کو ایک ایسے سائنسی نظریۂ کائنات کی شکل دیں جس سے انکار کی گنجائش موجود نہ رہے۔

ہمارے اسلامی تحقیق کے تمام اداروں کو اس اہم کام کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

اسلامی تحقیق ہمارے لئے کوئی غیر ضروری تفریحی مشغلہ نہیں جسے ہم اپنی فرصت یا سہولت کے مطابق اختیار کریں بلکہ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر ہم اس کی طرف بروقت اور پوری تن دہی کے ساتھ متوجّہ نہ ہوئے تو ہمیں یقینی موت کا منتظر رہنا چاہئے اور پھر ہمارے بعد خدا کوئی اور قوم پیدا کرے گا جو اسلام کا یہ کام کرے گی۔

ہم اپنے آپ کو غلط نظریات کا معتقد بننے سے کیونکر بچا سکتے ہیں!

اس دَور میں یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ افکار اور تصورات قوموں کو مفتوح اور مغلوب کرنے والی ایک قوت کی حیثیت سے افواج اور اسلحہ کی تمام قسموں سے زیادہ مؤثر ہیں چونکہ وہ لاسلکی پر بھی سفر کر سکتے ہیں۔ وہ افواج اور اسلحہ سے بہت زیادہ سریع الحرکت ہیں۔ اور پہاڑوں' دریاؤں' سمندروں اور صحراؤں کی جغرافیائی رکاوٹیں' بین الاقوامی سیاسی سرحدیں' سیگفریڈ اور میجینو ایسی فوجی مدافعتی قلعہ بندیاں ان کی یلغار کو روک نہیں سکتیں۔ ہر ریاست ایک منظّم نظریاتی جماعت ہوتی ہے' جو اپنے پریس' پلیٹ فارم' ریڈیو' سینما اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے اور اپنی مطبوعات اور دوسرے ملکوں میں قائم کئے ہوئے اطلاعاتی مرکزوں اور کتب خانوں کی مدد سے اپنے نظریہ کی معقولیت اور دلکشی کو ثابت کرنے والے تصورات کی اشاعت کرتی رہتی ہے تاکہ دوسری قوموں کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر مفتوح اور مغلوب کرے۔ وہ نظریاتی جماعت جو دوسری نظریاتی جماعتوں کو اپنے تصورات سے مفتوح و مغلوب کرنے کی کوشش نہیں کرتی' اس بات کا خطرہ مول لیتی ہے کہ زود یا بدیر دوسری نظریاتی جماعتیں اسے مفتوح اور مغلوب کر کے ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ نظریات کی اس جنگ کے میدان کے عین وسط میں موجود ہونے کے باوجود ہم عرصۂ دراز سے نہ دوسروں کو اپنے تصورات سے متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور نہ دوسروں کے تصورات کے بالمقابل اپنی مدافعت اور حفاظت کر رہے ہیں' بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم اس بات کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں کہ ہم دوسری قوموں کے تصورات سے ذہنی طور پر مفتوح اور مغلوب ہو کر مسلمان قوم کی حیثیت سے نیست و نابود ہو جائیں۔ ظاہری طور پر ہم مسلمان ہیں لیکن ہم میں سے بیشتر ایسے ہیں جن

کے دلوں میں اسلام کی بجائے دوسرے نظریات کی محبّت متمکّن ہے۔

جس نسبت سے ہم دوسرے تصورات اور نظریات کی طرف مائل ہوتے جارہے ہیں اسی قدر اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ بداخلاقی' فریب کاری' بے حیائی' رشوت ستانی' خود پرستی' جنبہ داری' خاندان پرستی' صوبہ پرستی' چور بازاری' نفع اندوزی اور دوسری بری خصلتیں' جو ہمارے معاشرہ میں روزافزوں ترقی پر ہیں اور جن پر ہم میں سے بعض اچھے لوگ اظہار افسوس کرتے رہتے ہیں' سب اس بات کی علامت ہیں کہ اسلام پر ہمارا ایمان مضمحل ہوتا جارہا ہے۔ اسلام کے متعلق ہمارے افہام پراگندہ اور ہمارے خیالات پریشان ہیں اور ہم یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے' کس قسم کی عملی زندگی کا مطالبہ کرتا ہے' اور کیوں! غلط نظریات اور تصورات کی دھند اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ ہمیں اپنا راستہ صاف طور پر نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں کئی خودساختہ رہبرانِ قوم' جو غیراسلامی نظریات کے دام میں دوسروں سے کم گرفتار نہیں' اسلام کی نئی تشریح کرنے کے لئے سامنے آگئے ہیں۔ گویا وہ اپنی غیرمعمولی خداداد ذہانت اور قابلیت سے اسلام کو اس کی موجودہ مشکلات سے نجات دے کر مسلمانوں پر احسان کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اسلام کی کئی متضاد قسم کی توجیہات وجود میں آگئی ہیں جن سے ہماری پراگندہ خیالی اور بڑھ رہی ہے اور اس اسلام پر ہمارا ایمان اور کمزور ہوتا جارہا ہے جس پر تاریخ کی ناقابل انکار شہادتوں کے مطابق حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا تھا۔

اس صورت حال نے بعض مخلص مسلمانوں کو بڑا پریشان کردیا ہے اور وہ اس بات کی کوشش کررہے ہیں کہ اسلام سے بھٹکنے والے مسلمانوں کو خدا اور رسول اور قرآن کا واسطہ دے کر اسلام کی طرف واپس لایا جائے۔ لیکن ان کی کوششوں کے باوجود یہ مسلمان اسلام سے روزبروز دورتر ہوتے جارہے ہیں۔ یہ کوششیں' جو درحقیقت بے یقین مسلمانوں کی مشکلات سے بے خبری پر مبنی ہیں' کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ ہمیں اس بات کو واضح طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مسلمان جو اسلام پر اپنا یقین کھو بیٹھتا ہے وہ اپنے افکار و تصورات غیراسلامی نظریات سے عقل اور علم اور دانش اور سائنس اور فلسفہ کے دلفریب ناموں کے ساتھ مستعار لیتا ہے۔ لہٰذا جب تک ہم اسلامی تحقیق کے

ذریعہ سے ایسا علمی اور عقلی ذخیرہ پیدا نہ کریں جو اس کے غیر مسلم استاد کو اسلام کے حق میں پوری طرح سے متأثر کر سکے' ناممکن ہے کہ ہم اس کو اسلام کی طرف واپس بلا سکیں۔

غیر مسلم کو اسلام کا معتقد بنانے کا طریقہ

لیکن ایک غیر مسلم کے سامنے اسلام پیش کرنے کا طریق اس سے بہت مختلف ہے جو ایک مسلمان فرد کے لئے کام میں لایا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک معلم یا مبلغ کی حیثیت سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مخاطب کے معلوم سے آغاز کر کے اس کے نامعلوم کی طرف آئیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کا معلوم ایک غیر مسلم کے معلوم سے بہت مختلف ہے۔ مثلاً ایک مسلمان جانتا ہے کہ قرآن حکیم خدا کی نازل کی ہوئی سچی کتاب ہے' ایک غیر مسلم یہ نہیں جانتا۔ وہ صرف قدرت کے ان حقائق اور قوانین کو ہی جانتا ہے جو وہ قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ سے معلوم کر سکتا ہے۔ اور ہم اس کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فقط ان ہی حقائق اور قوانین کو بطور دلائل کے پیش کر سکتے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ کا یہ طریق نیا نہیں بلکہ یہ طریق بعینہٖ وہی ہے جو خود قرآن حکیم نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم منکرین کو بار بار اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ خدا پر ایمان لانے کے لئے مظاہر قدرت کا مشاہدہ اور مطالعہ کریں' جہاں ان کو خدا کی ہستی اور صفات کے واضح نشانات نظر آئیں گے۔ اور ایسے حقائق کی بنا پر خدا کی نازل کی ہوئی کتاب ہونے کا مدعی ہے جو قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ سے دریافت کئے جا سکتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم اس بات کی پیش گوئی کرتا ہے کہ خدا مستقبل میں خارجی دنیا اور نفس انسانی سے تعلق رکھنے والے ایسے حقائق کو آشکار کرے گا جن کی روشنی میں منکرین یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ قرآن خدا کی سچی کتاب ہے۔ اب یہ بات مسلّم ہے کہ سائنس اور سائنسی طریق تحقیق یعنی مظاہرِ قدرت کا علم اور اس کے حصول کے طریق کے مُوجد مسلمان تھے۔ ظہور اسلام کے بعد مسلمان سائنس دانوں کے ذریعہ سے مشاہدۂ قدرت کی ضرورت کے بارہ میں قرآن کی راہ نمائی سے مستفید ہو کر اب ایک عرصہ سے مغرب کے لوگ مظاہر قدرت کا تفصیلی اور تحقیقی مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اب ایسے حقائق کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا ہے جو مظاہرِ قدرت کے علم سے تعلق رکھتے ہیں اور

ان حقائق کو انہوں نے کئی منظم علوم کی صورت میں مرتّب کیا ہے جن کے مجموعہ کو سائنس کہا جاتا ہے۔ قدرت کے جو حقائق مادہ' حیوان اور انسان سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بالترتیب طبیعیات' حیاتیات اور نفسیات کا نام دیا گیا ہے۔

غیر مُسلموں کی کوتاہی

مغرب کے غیر مسلموں نے بے شک مظاہر قدرت کے علم سے تعلق رکھنے والے بہت سے حقائق کو بڑی احتیاط اور محنت سے دریافت کرکے مختلف علوم کی صورت میں مرتب کر لیا ہے لیکن بد قسمتی سے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ ان حقائق کا حقیقت کائنات کے ساتھ اور للہٰذا ایک دوسرے کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ حقائق کسی عقلی اور علمی ربط کے بغیر ایک دوسرے سے الگ تھلگ پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب اور مظاہر قدرت کے علم کے متعلق ان کے نقطۂ نظر سے متاثر ہونے والی قوموں کے نصب العینوں یا نظریاتِ حیات یا نظام ہائے حکمت کے اندر اس قدر اختلاف موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حقیقت کو بالعموم درست سمجھا جاتا ہے کہ مظاہر قدرت کے علم سے تعلق رکھنے والے حقائق' جن کو عام فہم زبان مین سائنسی حقائق کہا جاتا ہے' عقلی اور علمی نقطۂ نظر سے حقیقتِ کائنات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور ہر نظامِ حکمت اس کوشش سے عبارت ہوتا ہے کہ حقیقت کائنات کے ساتھ ان کے اس تعلق کو جو نظامِ حکمت کے مُوجد کی سمجھ میں آتا ہے واضح کیا جائے اور استدلال کی قوّت سے پایۂ ثبوت کو پہنچایا جائے۔

دوسرے لفظوں میں ہر نظامِ حکمت اس کوشش سے صورت پذیر ہوتا ہے کہ سائنسی حقائق کو ان کے علمی اور عقلی ربط و ضبط کے ساتھ منظّم کیا جائے۔ ایک نصبُ العین' حقیقت کائنات اور اس کے اوصاف و خواص کا ایک تصور ہوتا ہے۔ ایک نظریۂ حیات' ایک مجموعۂ تصوّرات ہوتا ہے جو کسی نصب العین سے ماخوذ ہوتے ہیں' خواہ وہ عقلی اور علمی لحاظ سے منظّم ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن ایک نظامِ حکمت یا فلسفہ ایسے تصورات کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو کسی نصب العین کے ماتحت عقلی اور علمی لحاظ سے مربوط اور منظّم کئے گئے ہوں۔

فلسفی کا طریق کار

فلسفی کو سب سے پہلے حقیقت کائنات کے متعلق ایک وجدان یا ایقان یا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے' جو اس کے معلوم حقائق پر اس کے غور و فکر کا نتیجہ ہوتا ہے' اور اس کے خیال میں ان حقائق سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ حقیقتِ کائنات کے اس وجدانی تصور کے ساتھ معلوم حقائق کے علمی اور عقلی تعلق یا ربط کی وضاحت کرے۔ اس کوشش کے ذریعہ سے وہ دراصل اپنے وجدانی تصورِ حقیقت کی عقلی توجیہہ کرتا ہے اور یہی توجیہہ اس کا فلسفہ کہلاتی ہے۔ اگر اس کا وجدانی تصورِ حقیقت غلط ہو گا تو اس تصوّر کی عقلی توجیہہ بھی غلط ہو گی اور اس کے افکار و تصوّرات کی عقلی ترتیب اور منطقی تنظیم کے اندر جابجا ناہمواریاں اور نادرستیاں ابھر آئیں گی' اور رخنے اور جھول پیدا ہو جائیں گے' جن کو یا تو وہ نظرانداز کرے گا یا اپنے دلائل کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کرے گا۔

اس قسم کے رخنوں اور جھولوں کا ظہور انسانی اور اجتماعی علوم میں مثلاً نفسیاتِ فرد و جماعت میں اور سیاسیات' اخلاقیات' اقتصادیات' تعلیمات' فن قانون اور تاریخ کے فلسفوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علوم براہ راست فلسفی کے نظریۂ حقیقت پر' جس میں نظریہ انسانی بھی شامل ہے' مبنی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (جیسا کہ حکمائے مغرب خود تسلیم کرتے ہیں) مغرب میں نشو و نما پانے والے انسانی اور اجتماعی علوم میں ایک شدید قسم کا منطقی اور عقلی انتشار پایا جاتا ہے اور جب صورت حال یہ ہو کہ ایک طرف سے انسان کی حقیقت روحانی توجیہہ کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری طرف سے انسانی اعمال اور افعال کے مغربی حکماء انسان کی میکانکی اور مادی توجیہہ پر مُصر ہوں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ مغرب میں پروان چڑھنے والے انسانی اور اجتماعی علوم میں انتشار موجود نہ ہو۔ اس کے برعکس اگر فلسفی کا وجدانی تصورِ حقیقت درست ہو گا تو اس تصور کی عقلی توجیہہ کی کوشش کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمام علمی حقائق آسانی کے ساتھ ایک دلکش تنظیم اختیار کر لیں گے اور ایک مکمل نظامِ حکمت کے اندر ایک ایسی مکمل منطقی ترتیب کے ساتھ آراستہ ہو جائیں گے جس میں کوئی رخنہ یا جھول موجود نہیں ہو گا۔

ہمارے اسلامی تحقیق کے اداروں کے سامنے کرنے کا کام

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ صرف حقیقت کائنات کا صحیح تصور ہی کسی صحیح فلسفہ کی بنیاد بن سکتا ہے اور ایک فلسفی کے لئے اس کا ہونا یہاں تک ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس کا سارا کام ناقص اور لغو اور بے کار ہو کر رہ جاتا ہے' یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلسفی حقیقت کائنات کا یہ صحیح تصور کہاں سے لائے اور کیسے حاصل کرے۔ خدا نے فلسفی کی اس شدید ضرورت کا سامان کارخانہ قدرت کے اندر بلا قیمت اور ایک گراں قدر عطیہ کے طور پر خود بخود مرحمت فرمادیا ہے اور وہ نبیٔ کامل' صاحب قرآن' جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا تصورِ حقیقت ہے جسے آپ کا ہر مخلص پیرو آپ کی محبت اور اطاعت کے ذریعہ سے اپنا بنا سکتا ہے۔ ہمارے تمام اسلامی تحقیق کے اداروں کے سامنے کرنے کا اہم کام یہ ہے کہ وہ دنیا کے سامنے یہ ثابت کریں کہ کائنات کے طبیعیاتی' حیاتیاتی اور نفسیاتی طبقوں سے تعلق رکھنے والے تمام سائنسی حقائق صرف اس وجدانی تصورِ حقیقت کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں جو قرآن حکیم پیدا کرتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غلط نظام ہائے حکمت یا فلسفے' جو غیر مسلم کو اسلام کی طرف آنے سے روکتے رہتے ہیں اور مسلمان معتقد کے اعتقاد کو خاموشی سے سلب کرتے رہتے ہیں' شکستہ ہو جائیں گے۔ سائنسی حقائق کو حمایت اور تائید اُن سے ہٹ کر اسلام کے لئے مہیا ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ فلسفے یقین افروز نہیں رہیں گے اور بے اثر اور بے کار بھی ہو جائیں گے۔ اور ان کی بجائے ایک نیا صاف ستھرا صحیح معقول اور مدلّل فلسفہ' جو کلیتاً اسلام کا مؤیّد ہوگا بلکہ جو خود اسلام ہی کی ایک حکیمانہ اور سائنسی تشریح اور تفسیر ہوگا' وجود میں آئے گا۔ یہ ہے وہ طریق جس سے ہم دورِ حاضر کے علم کو قرآن کی روشنی میں اغلاط سے پاک کر سکتے ہیں۔ اور دنیا کے سامنے قطعی طور پر ثابت کر سکتے ہیں کہ صرف قرآن ہی کا عطا کیا ہوا تصور حقیقت صحیح ہے اور یہی ہے وہ طریق جس سے ہم غیر مسلم کو اس کی معلوم اور مسلّم صداقتوں یعنی سائنسی حقیقتوں سے استدلال کر کے اس کے نامعلوم حقائق یعنی قرآن حکیم کی صداقت' کے یقین کی طرف لا سکتے ہیں اور شک کرنے والے مسلمان کو کفر اور الحاد سے بچا سکتے ہیں۔ اور پھر یہی ہے وہ طریق جس سے ہم اسلام کی وہ حکیمانہ اور

سائنسی توجیہہ وجود میں لا سکتے ہیں جس کے وجود میں آنے پر اس زمانہ میں ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔

جب اسلام کی سائنسی توجیہہ' جو بیک وقت انسان اور کائنات کی سائنسی توجیہہ بھی ہوگی' فی الواقع وجود میں آجائے گی تو وہی ہمارے لئے انسانی اور اجتماعی علوم کی تشکیل جدید کی صحیح اساس بھی ہوگی۔ وہ ہمیں اس قابل بنائے گی کہ ہم مغربی حکماء کی ان کوششوں میں' کہ نام نہاد انسانی اور اجتماعی علوم کو سچ مچ کے علوم بنایا جائے' ان کی رہنمائی کر سکیں۔ اس راہنمائی کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ کوششیں اب تک کامیاب نہیں ہو سکیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک ہمارے تحقیق اسلامی کے ادارے نفسیاتِ فرد اور نفسیاتِ جماعت اور سیاست' اخلاق' تعلیم' فن' اقتصادیات' قانون اور تاریخ کے فلسفوں کو از سرنو اسلام کے تصورِ حقیقت کی بنا پر اور اسلام کی ایک ہی ممکن سائنسی توجیہہ کے اجزاء اور عناصر کے طور پر مدوّن اور مرتب نہ کرلیں' یہ کہنا ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ ان کا کام ابتدائی مرحلوں سے کچھ بھی آگے بڑھ سکا ہے۔ ظاہر ہے یہ کام اس نوعیت کا ہے کہ ایک درجن حکماء کو کئی سالوں تک مصروف رکھ سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے تحقیق اسلامی کے اداروں کو جو کام درپیش ہے وہ کتنا وسیع و عریض ہے۔

ایک حیاتیاتی ضرورت

میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہہ مہیا کرنا مسلمانوں کی ایک حیاتیاتی ضرورت ہے' جس کو وہ صرف اپنی زندگی کی قیمت ادا کر کے ہی نظرانداز کر سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حملہ یا جارحانہ اقدام بہترین مدافعت ہے۔ یہ حقیقت جس طرح اس جنگ کی صورت میں درست ہے جو ایک ریاست کو فوجی محاذ پر لڑنی پڑتی ہے اسی طرح سے اس جنگ کی صورت میں بھی درست ہے جو اس کو نظریاتی محاذ پر لڑنی ہوتی ہے۔ اگر ہم بروقت اور اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے اسلام کی مدافعت کے لئے دوسرے نظریات کے خلاف علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ نہ کھول سکیں تو ممکن ہے کہ پھر اسلام کی مدافعت کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے اور ہم دیکھیں کہ جس نظریہ حیات کی مدافعت کے لئے ہم آخر کار باہر نکل رہے ہیں وہ وہ نہیں جس کی مدافعت کے لئے ہمیں

کل تک باہر نکلنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ لیکن جب تک ہم اس طریق پر، جس کی نشاندہی اوپر کی گئی ہے، اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہہ پیدا نہ کریں، ہم اس دور میں علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ نہیں کھول سکتے۔ کام کی فوری ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر ہمیں اپنے بہترین اور سب سے زیادہ زوردار دماغوں کو اس کام پر لگانا چاہئے تاکہ یہ جلد از جلد اپنی تکمیل کے مرحلے طے کرے۔ ہمیں چاہئے کہ ہر پائی، جو میسر آسکتی ہے، اس کام پر لگا دیں اور جو لوگ اس کام میں لگ جائیں وہ جب تک کام ختم نہ ہو جائے پوری تندہی کے ساتھ اسی کام میں مصروف رہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں مستشرقی تحقیق اور میکانکی اسلامی تحقیق کے کاموں کو کلیتاً بند کر دینا چاہئے، لیکن ہمیں یقیناً مستشرقی تحقیق کے کام کو، خواہ ہم آئندہ اس کو کسی نام کے ساتھ جاری رکھنا پسند کریں، یونیورسٹیوں تک محدود کر دینا چاہئے تاکہ اسلامی تحقیق کے غلط اور فریب کارانہ لقب کے ساتھ جو در حقیقت حیلہ ساز عیسائیت نواز مستشرقی ذہنوں کی پیداوار ہے وہ ہمارے اسلامی تحقیق کے اداروں میں دخل انداز نہ ہو سکے۔

میکانکی اسلامی تحقیق کا کام

باقی رہا میکانکی اسلامی تحقیق کا کام سو اسے کلیتاً اصلی اسلامی تحقیق کے کام کی ضرورتوں کے ماتحت رہنا چاہئے اور فقط ان فضلاء اور حکماء کی درخواست پر ہی انجام دینا چاہئے جو اصلی اسلامی تحقیق کے کام میں لگے ہوئے ہوں، تاکہ ان کی ضروریات کو، جو ان کے کام کے دوران میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہیں، پورا کر سکے۔ البتہ ہم کو میکانکی اسلامی تحقیق کے کام کی طرف اس وقت بھی رجوع کرنا پڑے گا جب ہم اپنی مقدّس کتابوں یعنی قرآن اور حدیث کا یا ان کتابوں کا جو ان مقدّس کتابوں کی حکمیاتی یا سائنسی توجیہہ پر مشتمل ہوں گی، اسلام کی عالمگیر اشاعت کے لئے دنیا کی دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے لگیں گے۔ لیکن یہ بات ہماری انتہائی کوتاہ نظری اور ذوقِ تقابل سے تہی دستی کا ثبوت ہوگی کہ ہم ایسے موقعہ پر بلا ضرورت میکانکی اسلامی تحقیق پر اپنا سارا وقت صرف کرتے رہیں جب کہ مقدس کتابوں پر خود ہمارا یقین ہی ختم ہو رہا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص ایک ڈوبتی ہوئی کشتی کے آخری بحرانی لمحوں میں کشتی کو بچانے کی

بجائے کشتی کی آنے والی تباہی سے بے پرواہو کراس کے مسافروں کی صحیح تعداد اور ان کے کپڑوں کی رنگت اور ساخت کی جزئیات اور تفصیلات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے بڑی کاوش کرتا رہے۔ یہاں تک کہ کشتی ڈوب جائے۔ قرآن حکیم کا ایک نہایت ہی عمدہ اشاریہ یا میکانکی اسلامی تحقیق کا کوئی ایسا ہی اور نتیجہ اس مسلمان کے لئے کسی کام کا نہیں جو اسلام پر اپنا یقین کھو چکا ہو' اگرچہ اسے وجود میں لانے کے لئے سال ہا سال کی محنت شاقہ بروئے کار لائی گئی ہو۔

مسلمانوں کی فوری ضرورت

بعض وقت کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی فوری اور شدید ضرورت یہ ہے کہ اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کی جائے۔ لیکن جب تک ہم اسلام کو ٹھیک طرح سے اور پوری طرح سے نہ سمجھ لیں ہم اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کیسے کر سکتے ہیں۔ اس وقت ٹھیٹھ اسلام ہی کی مختلف توجیہات کی جا رہی ہیں۔ لہٰذا ہمیں پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کون سا اسلام ہے جس سے ہم نے ایک نیا قانونی نظام اخذ کرنا ہے' جب اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ جو صرف ایک ہی ہو سکتی ہے' موجود ہو جائے گی تو پھر وہ نہ صرف غیر مسلموں کے تمام غلط نظریات اور فلسفوں کی مکمل اور ایمان پرور تردید کرے گی بلکہ اسلام کی اُن غلط اور بے بنیاد توجیہات کا بھی مکمل اور یقین افروز ابطال کرے گی جو ان مسلمانوں نے پیش کی ہیں جو اسلام کے جدیدیت زدہ کوتاہ اندیش مسلمان نکتہ چینوں کو مطمئن کرنے کے لئے اسلام کو ایک نئی شکل دینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ کی فقط ایک ہی بنیاد ہے جس پر ہم اسلام کے جدید قانونی نظام کی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ جب اسلام کی ایسی توجیہہ فی الواقع وجود میں آئے گی تو ہم دیکھیں گے کہ احکامِ اسلام کی علتوں اور حکمتوں کے کھل جانے کی وجہ سے اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کے بہت سے مشکل مسائل خود بخود حل ہو گئے ہیں اور اس کا سارا کام نہایت آسان ہو گیا ہے۔

ایک بے وقت کی کوشش

مسلمانوں کی زندگی کے اس مرحلہ پر' جب اسلام پر ان کا یقین گر رہا ہے' اسلام کے

قانونی نظام کی تشکیل جدید ایک بے وقت کی کوشش اور ایک بہت بڑی غلطی ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کے موجودہ قوانین بہتر نہیں بلکہ بدتر ہو جائیں گے۔ مجتہد کو جو چیز صحیح اجتہاد کے راستہ پر راہ نمائی کرتی ہے وہ علومِ قدیمہ وجدیدہ کا علم ہی نہیں بلکہ خدا کی محبت اور معرفت کا نور بھی ہے۔ انحطاطِ دین کے اس زمانہ میں یہ نور نایاب نہیں تو صَعْبُ الحُصُول ضرور ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی مسلمان کے دل میں یہ نور پوری طرح سے روشن ہو نہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ عرصۂ دراز تک قرآن اور حدیث کے گہرے مطالعہ میں لگا رہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ اور صلحاء کی پاکیزہ اور مجاہدانہ زندگیوں سے اثر پذیر ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح سے اسلام کے معاشرتی قوانین کو بدلنے کی فوری ضرورت ہے۔ لیکن جب تک ہم اسلام کے اخلاقی اور مذہبی ضبط کے ماتحت رکھے۔ کہا جاتا ہے کہ اُس وقت اسلام کے معاشرتی قوانین کو بدلنے کی فوری ضرورت ہے۔ لیکن جب تک ہم اسلام کے اخلاقی اور مذہبی قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اس وقت تک ہم اسلام کے معاشرتی قوانین کی بھی کوئی عزت نہیں کر سکتے اور اس وقت تک ٹھیک طرح سے یہ بھی نہیں جان سکتے کہ ہمیں اسلام کے معاشرتی قوانین کو کس طرح بدلنا چاہئے اور آیا ان کو بدلنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ ایسی حالت میں ہم اسلام کے معاشرتی قوانین کو کم از کم اسلام کے ان اخلاقی اور مذہبی قوانین کی روشنی میں نہیں بدل سکتے جن کی خلاف ورزی ہم دن رات کرتے رہتے ہیں۔

سچا اجتہاد

سچا اجتہاد ہمیشہ اسلام کی گہری محبّت کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس محبّت کی وجہ سے وہ اس شریعت کی ایک قدرتی اور بے ساختہ نشوونما کی صورت اختیار کرتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمارے لئے چھوڑی ہے۔ اجتہاد کے لئے ہماری موجودہ خواہش اسلام کی محبت کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام کی پوشیدہ نفرت اور غیر اسلامی نظریات کی چھپی ہوئی محبت اور ستائش کا نتیجہ ہے۔ اس کا مقصد درحقیقت یہ ہے کہ اسلام کے احکام کو اس طرح سے بدل دیا جائے کہ وہ ہمارے ان خیالات اور تصورات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں جو ہم نے غیر اسلامی نظریات سے مستعار لئے ہیں اور جن کو ہم دل ہی دل میں چاہتے اور بنظرِ

استحسان دیکھتے ہیں۔ یہ خواہش دراصل اس بات کی ایک کوشش ہے کہ اسلام کو اس "حکمت" اور "دانائی" سے بہرہ ور کیا جائے جو ہم نے دوسرے نظریات سے سیکھی ہے۔ اور اس طرح سے اسلام کو ایک نئے "حسن و جمال اور ایک نئی شان و شوکت" سے 'جن کا نظارہ ہم ان نظریات کی قیادت میں کر چکے ہیں' "مزیّن" کیا جائے۔ یہ سچّا اجتہاد نہیں' کیونکہ یہ وہ اجتہاد نہیں جو شریعت کی قدرتی اور بے ساختہ نشوونما کی صورت اختیار کرتا ہے' بلکہ یہ شریعت کی تحریف ہے جو ہم اپنے توہّمات کے زیر اثر کرنا چاہتے ہیں یا ایک ایسی کوشش ہے جس سے ہم دوسرے نظریات کو' جنہیں ہم پسند کرتے ہیں جہاں تک ہمارا بس چلتا ہے' اسلام کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ سچّا اجتہاد اس وقت ممکن ہو گا جب ہم اسلام سے پھر ایسی ہی محبت کا احساس کرنے لگیں گے جیسی کہ پہلے ہمارے دلوں میں تھی۔ اور ہم اس شریعت کو جس پر حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا پھر ایسی ہی محبت کی روشنی میں پوری طرح سے سمجھنے لگیں گے۔ جب تک ہمیں اسلام کی محبت کا یہ مقام پھر سے حاصل نہیں ہو جاتا ہم اسلام کی اس بصیرت سے محروم رہیں گے جس کی مدد سے ہم یہ سمجھنے کے قابل ہو سکتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں جو تغیر واقع ہوا ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے یا نہیں کہ ہم شریعت کی روشنی میں اس کی اصلاح کے لئے نئے قوانین وضع کریں۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بصیرت حاصل تھی تو اس سے یہ کہاں ثابت ہو جاتا ہے کہ عام بے یقینی کے اس دور میں یہ بصیرت ہمیں بھی حاصل ہے۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر اسرار احمد

کی تالیف

"استحکام پاکستان"

اس کتاب کا مطالعہ خود بھی کیجئے اور اسے زیادہ سے زیادہ عام کیجئے

شائع کردہ : **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور**